کلامِ ناصر میں تمثال آفرینی

شکیل حسین*

Abstract

Tamsaal Kaari is a term taken from the Western literature and is a literal translation of Imagery. It means painting through words. In Urdu classical poetry, be it a poem, An elegy or a narratie poem, in the use of imagery has been a part of tradition. Nasir Kazmi makes a wonderful use of imagery in his poetry. His imagery offers newness and a wonderful picture gallery. His imagery not only delivers messages but it ads beauty and verstality also. It's his imagery that makes his poetry great. He can duly be termed as one of the greatests experts in the art of imagery.

سولہویں، سترھویں اور اٹھارویں صدی کے نقاد عموماً تمثال کو شاعری کے لیے محض ایک زینت اور سطحی آرائش تصور کرتے تھے۔ رومانی تحریک نے سب سے پہلے اس امر کا احساس کیا کہ تمثال شاعری کی جان ہے اور کسی نظم کا جائزہ لیجئے تو معلوم ہوگا کہ وہ مختلف تمثالوں کا مرکب ہے۔ (۱) تمثال یا تمثال کاری مغربی ادب سے مستفعاد شعری اصطلاح imageکا اردو ترجمہ ہے۔ جس سے مراد لفظوں کے ذریعے مصوری ہے۔ یہ اصطلاح یا اس سے وابستہ رجحان کو اگرچہ بیسویں صدی کا شعری رجحان خیال کیا جاتا ہے جو مغرب کی imagism کی تحریک کی وسیع تر اثر پذیری کے باعث اردو میں باقاعدہ طور پر مروج ہوا۔ لیکن اگر اردو کلاسیکی شعری روایت کا جائزہ لیں تو نظم، مثنوی اور مرثیہ میں لفظوں میں پیکر تراشی، ہر دور کا وصف رہی اور اس اسلوبیاتی وصف کی تاباں مثالیں موجود ہیں۔

"The Forming of mental images, figures, represent actions, person, objects and ideas, descriptively, any effective writer esp.a poet is a maker of picture on words but he can does appeal to senses other then sighty."(۲)

* اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ملت کالج، ملتان

نئے ایمجز کی تخلیق کا دارومدار شاعر کی قوت اختراع اور مشاہدے پر ہوتا ہے۔ شاعری میں امیجری کا غیر معمولی پن اور تازگی اس کی عظمت کا معیار نہیں بلکہ اس کا مقصد تجربے کو مخصوص انداز میں نمایاں کرنا ہے۔(۳)

مشہور جدید امریکی نقاد Cleanth Brooks اور Robert Pennwarren تمثال کاری کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

> "Concreteness the image of person, scene, action, or objects is, at the very heart of poetry. But the image in poetry, is never present merely as description, as report, as documentation. It has, at the very least, some aura of significance and it may have, ... rather compex meaning. A poet, it is some themes said, "things" by mean of his images, or in his images. It might be said, too, that he Feels by mean of them and in them this density, this interpenetration, this fusion of thought, feeling, image, and .... rythm, and verbal texture, is of the essence of poetry and is the source of its power."(۴)

شاعر اپنے تجربات کو ایک جیسی شکل میں پیش کرتا ہے وہ اپنے گرد و پیش کے ماحول سے تصویر اخذ کر کے اپنے تجربات کو اس میں ڈھال دیتا ہے۔ اس لیے دنیا بھر کی شاعری میں تمثال آفرینی کی گئی ہے۔ اس میں کہیں فطرت کی تصویریں، معاملات حسن و عشق کی تصویریں، جنگ کی تصویریں، تو کہیں انسانی زندگی کے مرقعوں، بازاروں، مکانوں، قافلوں اور میلے ٹھیلوں کا سلسلہ ہے۔ لیکن یہ تصویریں سطحی نوعیت کی بجائے وسیع تر مفہوم کی حامل ہیں۔ اس حوالے سے ان کے لیے عام طور پر محاکات کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے مگر تمثال کاری کا ایک انداز وہ ہے جس میں ایک تصویر کے پیچھے کوئی بہت بڑا قصہ چھپا دیا جاتا ہے اور بظاہر وہ صرف تصویر ہی لگتی ہے، لیکن دراصل اس کے پیچھے معنی کی ایک دنیا آباد ہوتی ہے۔

قدیم شاعری میں اس کی مثالیں خاص طور پر چینی اور جاپانی زبانوں میں ملتی ہیں۔ پرانی شاعری کی مشہور نظم،

جو تمثال پر بحث کرتے ہوئے اکثر نقادوں کی درج کی ہے۔ جس کا عنوان 'خاموشی' ہے۔اس طرزِ احساس کی بہترین نمائندگی کرتی ہے۔ نظم صرف ایک مصرعے پر مبنی ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"گاؤں کی عبادت گاہ کی سب سے بڑی گھنٹی پر ایک تتلی سو رہی ہے۔"

بظاہر یہ ایک تصویر ہے جس میں ایک منظر دکھایا گیا ہے لیکن اس کے پیچھے احساسات کا ایک جہاں چھپا ہوا ہے۔ عبادت گاہ کی سب سے بڑی گھنٹی گاؤں میں آوازوں کا سب سے بڑا منبع ہے جس کی آواز سب سے زیادہ طاقت اور ہے شاعر نے خاموشی ظاہر کرنے کے لیے تتلی کو اس محو خواب دکھایا ہے یعنی اگر گھنٹی بجانے کے لیے ہلائی جائے تو تتلی اڑ جائے گی اس کا مطلب یہ ہوا کہ گھنٹی پر سکون ہے اور نسبت سے تتلی اس پر سو رہی ہے۔ گویا گہری خاموشی کے تاثر کو ایک منظر سے دکھایا گیا ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ہم خاموشی کو دیکھ رہے ہیں۔ تتلی کے اس محو خواب ہونے کی نسبت سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ خاموشی پریشان کن نہیں نرم ولطیف ہے۔اس طرح چینی اور جاپانی شاعری میں 'ہائی کو' ایک ایسی صنف جس میں شاعر تین مصرعوں میں ایک منظر دکھاتا ہے جس کے پیچھے عام طور پر Zenbuddhism زین بدھ ازم کا فلسفہ ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح ہماری کلاسیکی شاعری میں بعض اوقات فطرت کا کوئی منظر آجاتا ہے جو بظاہر منظر لگتا ہے لیکن تصوف کے حوالے سے اس کے کچھ وسیع تر مفاہیم اخذ کیے جا سکتے ہیں۔**(۵)**

بیسویں صدی کے آغاز میں انگریزی زبان کے مشہور شاعر ایذرا پاؤنڈ اور ان کے کچھ ساتھیوں نے تمثالیت کو ایک تحریک بنا دیا۔ ایذرا پاؤنڈ قدیم چینی اور جاپانی شاعری سے متاثر تھا اس نے کچھ قدیم چینی نظموں کے تراجم بھی کیے۔

اس رجحان کو شاعروں میں خاصی مقبولیت حاصل ہوئی ۱۹۴۷ء کے بعد ہماری نظم و غزل پر اس رجحان نے گہرے اثرات مرتب کیے۔ جدید شعرا میں فیضؔ کے ہاں تمثال آفرینی نمایاں ہے مگر یہ تمثالیں عموماً مقصودِ بالذات نہیں ہوتیں۔ ناصر کاظمی، شکیب جلالی، منیر نیازی، ہندوستان میں شہریار، محمد علوی متاثر ہونے والے شعرا میں نمایاں ہیں۔

انگریزی میں بہت سے نقادوں نے شیکسپیئر اور ملٹن وغیرہ کی تمثالوں پر کئی کتابیں تحریر کیں ان کے جائزے کے ذریعے سے ہم شاعر کے بہت سے ذہنی رویوں اور زندگی کے تصورات کی شناخت کر سکتے ہیں۔ مثلاً اقبال عمل اور حرکت کے شاعر ہیں عموماً ان کی تمثالیں حرکی ہوتی ہیں اور ان کی تصویریں بھی متحرک دکھائی دیتی ہیں۔

ناصرؔ کے ہاں تمثال آفرینی کے بڑے ناپید نمونے ملتے ہیں ان میں ناصر کے گہرے مشاہدے کا عکس جھلکتا ہے۔اس نے جو منظر تخلیق کیے ہیں وہ اُن کے باطنی اسرار سے پوری طرح آگاہ ہیں اور اس سفر میں ناصر کا تخیل پوری طرح شامل ہے۔ وہ قوت جو شاعرانہ تمثالیں پیدا کرتی ہے اور پھر ان کا دوسروں تک ابلاغ کرتی ہے تخیل ہے۔**(۶)**

ناصر کی امیجری ایک نئی اور تازہ پکچر گیلری ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔ نئے اشاروں اور نئی علامتوں نے اس کی غزل کو ایک نئی فضا سے آشنا کیا ہے۔ انہوں نے نئی نسل کی مخصوص اور جذباتی کیفیت کے اظہار کے لیے اَن گنت نئے پیکر تراشتے ہیں اس لیے اُن کی غزلوں کی امیجری بالکل نئی اور اچھوتی ہے۔۔۔۔۔۔ لیکن مانوس معلوم ہوتی ہے۔(۷)

ناصر کو ہر فن لطیف سے دلچسپی رہتی تھی انہوں نے موسیقی بھی سیکھی اور مصوری کو بھی کافی مدت تک اپنایا وہ شاعری کی وسیع سلطنت میں موسیقی اور مصوری کو اہم مقام دیتے تھے۔ انہیں یوں بھی مصوری سے خاصی دلچسپی تھی۔ نیار سم میں لکھتے ہیں:۔

"میں نے تصویریں دیکھنے سے پہلے How to look at a picture

کے قسم کے نسخے نہیں پڑھے تصویریں دیکھنا مجھے انیس نے سکھایا۔

ع نکلے خیمے سے لے کر علی اصغر کو حسین

مرثیہ شروع ہوتے ہی سننے والا کربلا کے میدان میں پہنچ جاتا ہے۔"(۸)

امیج کی کئی اقسام ہیں۔ ان میں سب سے نمایاں بصری امیج ہے۔ جب شاعر الفاظ کے ذریعے ایسی تصویر مرتب کرے جس کا تعلق بصارت سے ہو اسے بصری امیج سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سمعی امیج میں شاعر الفاظ کے ذریعے ایسا منظر مرتب کرتا ہے جس کا تعلق سماعت سے ہوتا ہے۔ پھر ایک قسم مرکب امیج کی بھی ہے۔

بصری تمثالوں میں دو طرح کی تصویریں بنتی ہیں، ساکن اور حرکی' ناصر کے ہاں ساکن تمثالیں اس طرز کی ہیں:۔

'چپ چاپ طیور'، 'سنسان گلی'، 'بام و در خاموش'، 'بستی'، 'چین سے سو رہی ہے'، 'رستے کہکشانی'، 'میتِ شہر بے کفن'، 'بے خواب دریچہ'، 'یہ شہر چھپ کے رات کو سوتا ہے آب میں'، 'بجھے دنوں کا ڈھیر'، '(دیوان)' اُداسی بال کھولے سو رہی ہے'، 'برگِ گل کی چھاؤں میں'، 'یادوں کے بجھے ہوئے سویرے'، 'لپیٹ کے سو رہو زنجیر در سے'، 'دھیان کی سیڑھیاں'، 'صنم خانہ گل'، 'انگشت حنائی'، 'پھولوں کے خزانے'، 'جسم چاندنی کا شہر ہے'، 'شہر گل'، 'سنسان آسماں'، 'چپ کھڑے مکاں'، 'سوکھ گئے بہتے دریا'، 'شب خزاں کی خنک چاندنی کا نظارہ'، 'بجھا بجھا سا ایک دیا'، 'سو رہا تھا یاد کے شبستان میں'، 'چاند میں سو گئی چاندنی'، 'کھڑی ہے در پہ میرے سر جھکائے شام فراق (برگِ نے)

چاند بھی پتھر جھیل بھی پتھر

پانی بھی پتھر لگتا تھا(۹)

ناصر کی حرکی تمثالیں خوبصورت ہونے کے ساتھ زندگی کے ہلچل کے حسن کو بھی ظاہر کرتی ہیں۔

'دیوار سی گری ہے'، 'پتوں کا میلہ'، 'کرن پریاں اترتی تھی'، 'دور کھڑے خالی ہاتھ ہلاتے ہیں'، 'ناؤ چل رہی ہے'، 'آگ جل رہی ہے'، 'لگی ہے آگ کنارے پر'، 'ابر اُٹھا ہے جھوم کر'، 'دیا جلتا رہا ہے'، 'تیز پون'، 'آگ سی لگی درختوں میں'، 'پھولوں کی ڈالی ہاتھ مل رہی ہے'، 'دکھ کی لہر'، 'سایہ ہے میرا ہم سبو'، 'مثال گرد سفر کیا'، 'بیتے لمحوں کی جھانجھن'، 'سفینے چلنے لگے یاد کے سرابوں میں'، 'نیندیں بھٹکتی پھرتی ہیں'(دیوان) 'کوئی چپکے سے پاؤں دھرتا ہے'، 'قافلہ بگولوں کا'، 'اُڑ گئے شاخوں سے طیور'، 'دشت سے جب کوئی آہو نکلا'، 'بگولے اُڑتے پھرتے ہیں خشک جنگل میں'، 'پاؤں چلنے لگی جلتی ہوئی ریت'، 'درد کی طغانیاں'، 'واہوا اور میخانہ گل'، 'دن کا سنہرا نغمہ سن کر'، 'جگا کے چھوڑ گئے قافلے سحر کے مجھے'، 'اشکوں میں ڈھل گئی تیری صورت کبھی کبھی'، 'تلاش آب میں غزال آوارہ'، 'محرومِ خواب دیدہ حیراں'، 'ابلقِ شب نے موڑی باگ'، (برگِ نَے) حس بصارت کی کچھ اور تمثالیں:

'دیس سبز جھیلوں کا'، 'چراغوں کا دھواں'، 'کہیں کہیں کوئی روشنی ہے'، 'در و دیوار دریاں شمع مدھم'، 'لہلہائیں گی پھر کھیتاں کاروان کارواں'۔

ناصر کے ہاں حسن سامعہ کی تمثالیں آواز کی بھی جسم وجاں دے جاتی ہیں:

'پھر پتوں کی پازیب بجی'، 'پھر کوئی نغمہ گلوگیر ہوا'، 'مجھ سے باتیں کرتی ہے۔ خاموشی تصویروں کی'، 'شور برپا ہے خانۂ دل میں۔۔۔۔۔۔ کوئی دیوار سی گری ہے ابھی'، 'ہر شے پکارتی ہے پردۂ سکوت میں'، 'پیاسی کرلاتی کونجیں'، 'سناٹوں میں سنتے ہیں۔ سنی سنائی کوئی بات'، 'دل کی دھڑکن کہتی ہے'، 'چہکتے بولتے شہروں کو کیا ہوا ناصرؔ'، 'رات کا جنگل گونجا ہوگا'، 'ریل کی گہری سیٹی سن کر'، 'گنگناتا ہوا جب تو نکلا'، 'پھر زور سے قہقہ لگاؤ'، 'میٹھی بولی میں پپیہے بولے'۔

گھنٹیوں کی صدا سو گئی اور یہ غزل مکمل حس سامع کی ذیل میں آتی ہے:

ساز ہستی کی صدا غور سے سن
کیوں ہے شور بپا غور سے سن

ناصرؔ کاظمی کے ہاں خوشبوئیں بھی اپنی جھلک ضرور دکھاتی ہیں۔

'کوئی آوارہ مہک یاد آئی'، 'خوشبوؤں کی اُداس شہزادی'، 'رستوں میں اداس خوشبوؤں کے۔۔۔۔۔۔ پھولوں نے لٹا دیئے خزانے'، 'لے اُڑی سبزہ خودرو کی مہک'، 'اجنبی مہک پا کر ہم نکل پڑے گھر سے'۔

کچھ تمثالیں مرکب ہوتی ہیں اور کچھ مفرد۔ مفرد تمثالوں میں ایک حس کی تصویر بنتی ہے جبکہ مرکب میں دو یا دو سے زیادہ حسوں کی نمائندگی ہوتی ہے۔ ناصر کے ہاں مرکب تمثالیں کچھ اس طرح کی ہیں: حسن سامع 228 حس

بصارت:

'پھر درد نے آگ راگ چھیڑا'، 'زمزمہ ریز ہوئے اہل چمن'، 'سن کے طاؤس رنگ کی جھنکار'، 'پردہ گل ہی سے شاید کوئی آواز آئے'، 'بسا ہوا ہے خیالوں میں کوئی پیکر ناز۔۔۔۔۔۔ بلا رہی ہے ابھی تک وہ دلنشین آواز'، چیختی ہیں ڈروانی لاشیں'، 'سن کے آواز زنجیر صبا'، 'پتہ پتہ لب گویا ہو گا'، 'ایک صدا سنگ میں تڑپی ہو گی'، 'کسی کلی نے بھی دیکھا نہ آنکھ بھر کے مجھے۔ گذر گئی جرس گل اداس کر کے مجھے'، 'دیکھ کر آئینہ آبِ رواں'، 'دل میں اک عمر حسین نے شور کیا۔ وہ بہت کم رہا آنکھوں میں'، 'ریگ رواں کی نرم تہوں کو چھیڑتی ہے جب کوئی ہوا'، 'سفر نے صحرا چیخ اُٹھتے ہیں'، 'دن کا چراغ نکلا گل ہو گئے ستارے'، 'دنیا کے شور و غل میں دل اب کسے پکارے ؟'، 'کیسے سنسان ہیں آسماں، چپ کھڑے ہیں مکاں'، 'پھر سرِ شام کوئی شعلہ نوا۔ سو گیا چھیڑ کے افسانہ گل" پھر کونجیں بولیں گھاس کے ہرے سمندر میں'، 'سن شگفتگئ غنچہ کی صدا'، 'سناتا ہے کوئی بھولی کہانی۔ مہکتے میٹھے دریاؤں کا پانی'، 'چلتا دریا، ڈھلتی رات، سن سن کرتی تیز پون'، 'دف بجائیں گے برگ و شجر صف وبہ صف ہر طرف'، 'نیلی دھندلی خاموشی میں'، 'جلوۂ رنگ بھی ہے اک آواز، 'گل ریز میری نالہ کشی سے ہے شاخ شاخ'، 'بس ایک موتی سی چھب دکھا کر بس ایک میٹھی سی دھن سنا کر'۔ ناصر کے ہاں تین حصوں کی مرکب تمثالیں اس طرح سے آئی ہیں۔ حس بصارت حس سامعہ 228 حس شامعہ:

'بوئے گل تھا کہ نغمۂ جاں'، لمس کی حس اور حس سامعہ سے مل کر تمثالیں یوں ہیں:۔

'ہوائے صبح نے چونکا دیا یوں۔ تری آواز جیسے دل سے گذری'، 'کرم اے صرصر آلام دوراں۔ دلوں کی آگ بجھتی جا رہی ہے' جبکہ لمس کی اس امیجری کا احساس پڑھنے والے کو کپکپا دیتا ہے۔

ہاتھ ابھی تک کانپ رہے ہیں
وہ پانی کتنا ٹھنڈا تھا (۱۰)

ناصر کی شاعری میں امیجری (تمثالیں) ابلاغ کا کام دینے کے علاوہ حسین اور نکھار کا باعث بنتی ہے۔ شاعرانہ تمثالوں سے ہمیں وہی مسرت حاصل ہوتی ہے جو کسی بھولی ہوئی بات کے یکایک یاد آ جانے سے یا کسی ہمدم دیرینہ کے مدتوں بعد ملنے سے حاصل ہوتی ہے۔ ہمیں یوں لگتا ہے بقول یٹیس ہم کسی اور قالب میں نئے سرے سے جنم لے رہی ہیں۔ ہم اپنے ہم جنسوں کی مجموعی تجربات میں شریک ہو کر ان کے ساتھ ایک رشتہ وحدت کے احساس سے لذت اندوز ہوتے ہیں۔ (۱۱) ناصر کی غزل کی سب سے بڑی خوبی جو فنی اعتبار سے اس کو حد درجہ بلند پایہ بنا دیتی ہے وہ اس کی 'امیجری' ہے اسے بجا طور پر اُردو غزل کا ایک بڑا تمثال آفریں شاعر قرار دیا جا سکتا ہے۔ (۱۲)

حوالہ جات

۱۔ سی۔ڈی لیوس، "مغربی شعریات"، محمد ہادی حسین، شاعرانہ تمثال، مجلس ترقی ادب،۲۰۰۵ء، ص ۲۳۳

2. Dictionary of Literary terms, Harry Shaw, MC Graw-Hill Book Company, New York, U.S.A, 1972, P:195

۳۔ انیس ناگی، "تنقید شعر"، میری لائبریری، لاہور، س ن۔

4. Cleanth Brooks and Robert Penn warren, W.B. Analogical language: Metapher and symbol, understanding Poetry, Holt, Rinehart and wiston, New York, Forth Edition 1960-1976, P:196

۵۔ عنبرین منیر، "وردِ خاک کا نغمہ خواں"، مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۱۰ء، ص ۱۷

۶۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، "ناصر کاظمی اور برگِ نے"، جدید شاعری، اردو دنیا، کراچی، ص ۵۱۲

۷۔ ناصر کاظمی، "سویرا"، شمارہ ۱۷۔۱۸، ص ۹۹۔

۸۔ ناصر کاظمی، "پہلی بارش"، کلیاتِ ناصر کاظمی، جہانگیر بکس، لاہور، س ن، ص ۶۱۔

۹۔ ایضاً، ص ۸۷۔

۱۰۔ سی۔ڈی۔لیوس، "مغربی شعریات"، محمد ہادی حسن، شاعرانہ تمثال، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۲۵۲۔

۱۱۔ ناہید قاسمی، "ناصر کاظمی: شخصیت و فن"، فضل حق اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۱۶۳